مولانا مناظر احسن گیلانیؒ (ایک عہد ساز شخصیت)

امان اللہ راٹھور☆

مولانا مناظر احسن گیلانی ۹ ربیع الاول ۱۳۱۰ھ یا ۱۸۹۲ء کو اپنے ننھیال موضع استھانواں ضلع پٹنہ (بھارت) میں پیدا ہوئے۔ پرورش و پرداخت کا بڑا حصہ دادھیال گیلان میں گذرا۔ جہاں مولانا اس وقت ابدی نیند سو رہے ہیں اور جس سے آپ کو بے انتہا محبت تھی۔

مولانا مناظر احسن کی عمر جب پانچ چھ سال کی ہوئی تو چچا مرحوم نے بڑی محبت و شفقت کے ساتھ بسم اللہ کرائی۔ قرآن، اردو، فارسی اور عربی صرف و نحو کی ابتدائی کتابیں گیلان میں پڑھیں اور اس کا بڑا حصہ چچا محترم نے خود پڑھایا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ گیلان اور اطراف میں عام طور پر انگریزی تعلیم کا چرچا پھیل رہا تھا۔ عربی تعلیم حاصل کرنے کا جذبہ سرد پڑ چکا تھا۔ مگر آپ کے چچا کا شوق سارے خاندان والوں سے الگ تھا وہ اپنے خاندانی علم کو زندہ رکھنا چاہتے تھے کیونکہ وہ خود بھی عالم تھے اور آپ کے والد بزرگوار بھی جید عالم دین اور مشہور و مقبول استاذ العلماء تھے۔ لہٰذا آپ نے اپنے بھتیجے کے لیے عربی و دینی تعلیم کا فیصلہ کیا اور اس کی تمام تر ذمہ داری اپنے سر لی۔ دارالعلوم دیوبند میں علم کے مدارج طے کرتے رہے اور پھر عملی زندگی میں قدم رکھنے کے بعد مختلف مقامات سے ہوتے ہوئے حیدر آباد (دکن) میں جامعہ عثمانیہ میں شعبہ دینیات کے استاد مقرر ہوئے اور پھر وہیں کے ہو کے رہ گئے۔

مولانا گیلانی نے اپنی زندگی کا بہترین حصہ جامعہ عثمانیہ میں گزارا۔ آخری زمانے میں صدر شعبہ کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ مولانا کی تفہیم کا طریقہ انتہائی دلکش تھا اور دقیق مسائل ایسے عام فہم انداز میں تشبیہات اور استعاروں کے ساتھ پیش کرتے تھے کہ ان کی وجہ سے طلبہ میں مذہب

☆لیکچرار، گورنمنٹ کالج، سمبڑیال (سیالکوٹ)

سے شیفتگی میں اضافہ ہی ہو تا گیا۔

رحلت

۱۹۵۲ء کے آخر میں مولانا گیلانی کو دل کا دورہ پڑا مگر فوری علاج سے افاقہ ہو گیا۔ چند ماہ بعد دوسری بار دورہ پڑا جو اس قدر شدید تھا کہ ڈاکٹروں نے ان کے لکھنے پڑھنے پر پابندی لگا دی۔ بالآخر ۵ جون ۱۹۵۶ء کو عالم خواب میں روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی اور گیلان میں دفنائے گئے۔

ڈاکٹر حمید اللہ اور مولانا ابو الحسن علی ندوی جیسی قد آور اور علمی شخصیات کا شمار ان کے شاگردوں میں ہوتا ہے۔ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کے خیال میں ان کا علمی کام اس قدر اہم ہے کہ ان کی کتابوں کے ہر صفحے پر تحقیق کی جائے تو اس میں سے ایک کتاب نکل سکتی ہے۔

مولانا ابو الحسن علی ندوی بھی ان کے کام کو نہایت اہم سمجھتے ہیں۔ ان کے خیال میں مولانا مناظر احسن گیلانی کی ہر یونیورسٹی میں "سیرت چیئر" ہونی چاہیے تاکہ ان کے کام پر تحقیق ہوتی رہے۔

ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے مولانا مناظر احسن کی تصنیف "امام ابو حنیفہ کی سیاسی زندگی" کا پیش لفظ بھی لکھا۔ کتاب مذکورہ "امام ابو حنیفہ کی سیاسی زندگی" کے بارے میں ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں :

"عموماً مولف اپنے استاد یا مشابہ اساتذہ علماء سے کوئی تعارف پیش لفظ حاصل کرتے ہیں۔ فاضل استاد کی گراں قدر تالیف ان کے سب سے ادنیٰ و حقیر تلمیذ کے پاس آئی ہے۔ تو ایک پیش لفظ کے ذریعہ سے خود سعادت اندوز ہونے کے سوا اور تو کوئی سوال نہیں۔ اگر ناشر کا سوال نہ ہو تاکہ 'خود استاد محترم نے مجھ سے کچھ لکھوا لینے کا حکم دیا ہے تو شاید اس طرح کی سعادت مندی کو بھی گستاخی سمجھتا۔ "مشک آنست کہ خود ببیوید نہ کہ شاگردی پراند"

"اس میں معلومات کا انبار ہے لطیف استنباطات کی بھر مار ہے اور صبر سے اور بار بار پڑھنے والے کو ہر قدم پر اور ہر دفعہ نئی نئی چیزیں ملتی ہیں۔ یوں تو کتاب اپنے موضوع پر مفید ترین معلومات کی حامل ہے۔ لیکن اس کی اہمیت چودہویں ہجری کے اس ثلث ثالث میں خاص کر اس کے مقام اشاعت یعنی پاکستان کے لیے غیر معمولی ہے"۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے اپنی تصنیف پرانے چراغ جلد اول میں مولانا مناظر احسن گیلانی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

"مولانا ہماری گذشتہ دینی تعلیم کے بہترین نمونوں میں سے تھے اور مدارس کے دور انحطاط کو دیکھتے ہوئے یہ کہنا صحیح ہو گا کہ ترکش ماراخدنگ آخریں"

بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ وسعت نظر رسوخ فی العلم اور ذکاوت میں ان کی نظیر اس وقت ممالک اسلامیہ میں ملنی مشکل ہے۔ (والغیب عنداللہ) تصنیف و تالیف کے لحاظ سے وہ عصر حاضر کے عظیم مصنفین میں شمار کئے جانے کے مستحق ہیں۔ انہوں نے اپنی کتابوں میں جو مواد جمع کر دیا ہے۔ وہ بیسیوں آدمیوں کو مصنف و محقق بنا سکتا ہے۔ اس ایک آدمی نے تن تنہا وہ کام کیا ہے۔ جو یورپ میں پورے پورے ادارے منظم جماعتیں کرتی ہیں۔ ان جیسا آدمی برسوں میں بھی پیدا نہ ہو گا۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

وہ بیک وقت معقولات کے دقیق النظر اور کامل الفن عالم وسیع النظر محدث، نکتہ شناس اور نکتہ آفرین مفسر بالغ نظر فقیہ و متکلم عصر، وسیع النظر مورخ سیال استاذ و مدرس، حقیقت پسند و باخبر عالم دین اور عہد حاضر اور نسل جدید کے نبض شناس اور اس سب کے ساتھ درد مند و پر محبت، عشق رسول اللہ، محبت اسلام اور درد و سوز سے بھرا ہوا دل رکھنے والے عالم تھے۔ ان گونا گوں اور مختلف بعض حیثیتوں سے متضاد صفات و کمالات رکھنے والے اشخاص اور یگانہ روزگار شخصیتوں کے لیے مجھے اردو دانی میں پڑھنے لکھنے کے باوجود عربی کی سوانحی و تعارفی اور تاریخی زبان کے لفظ میں نوابع الرجال اور لفظ "نوابع" سے بہتر لفظ اردو میں نہیں ملتا۔

پروفیسر اختر راہی نے "تدوین حدیث" کے آغاز میں مولانا مناظر احسن گیلانی کی شخصیت اور کام کی اہمیت کو اس طرح اجاگر کیا ہے۔

"مولانا گیلانی مرحوم موجودہ صدی کے ان بلند پایہ علماء میں سے تھے جن کے علمی اور تصنیفی کام کا تقاضہ ہے کہ ان کی حیات اور خدمات پر تفصیل سے لکھا جائے۔ ان کے نام پر علمی

ادارے قائم ہوں اور ان کی یاد رکھنے کے لیے تقریبات کا اہتمام ہو۔ افسوس ہے کہ مولانا گیلانی کی حیات وخدمات پر چند تفریقی تحریروں کے سوا کوئی ٹھوس چیز نہیں ملتی۔ ہمارے دینی مدارس میں تصنیف و تحقیق کی کوئی مستقل روایت نہیں ہے اور ان اداروں میں مولانا گیلانی ہی نہیں دوسرے علمائے کرام پر بھی کچھ نہیں لکھا گیا۔ مگر پاکستان کی حد تک مولانا گیلانی مرحوم پر کسی یونیورسٹی میں کچھ کام ہوا ہے تو راقم الحروف کی نظر سے نہیں گزرا"۔

حضرت ابوذر غفاریؓ پر آپ نے جو کتاب لکھی اس پر مولانا اشرف علی تھانوی نے تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

"اس مضمون کا لکھنے والا اگر محقق ہو چکا ہے تو یہ مضمون اس کی محققیت کی دلیل ہے۔ ورنہ محققیت متوقعہ کی دلیل ضرور ہے"

مولانا گیلانی جہاں بڑے عالم دین، مشہور مصنف اور مایہ ناز مفسر قرآن تھے، وہیں مولانا ایک اچھے شاعر اور نعت گو بھی تھے۔ اور مولانا میں شاعری کا یہ ذوق فطری تھا مگر دوسرے شاعروں کی طرح آوردگی سعی نہیں کرتے تھے۔ بلکہ آمد آمد پر ہی برجستہ اشعار کہا کرتے تھے۔

آپ اردو، ہندی، فارسی اور عربی ان چاروں زبانوں میں شعر کہنے پر قدرت رکھتے تھے۔ مولانا اشعار ترنم کے ساتھ سنایا کرتے تھے۔ بالخصوص جب آپ نعت سناتے تو مولانا پر ایک خاص کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔

"شکوہ خواجہ" نامی نظم آپ نے ۱۳۳۰ھ میں کہی تھی جب آپ ٹونک مدرسہ خلیلیہ کے طالب علم تھے۔ جن میں سے چند اشعار درج ذیل ہیں:

بے طرح درد سے دل آج بھر آتا ہے — خون بن کر جگر آنکھوں میں چلا آتا ہے
حسرت دیاس کے سینے سے پرا آتا ہے — شکوے چلے آتے ہیں گلہ چلا آتا ہے

مزید فرماتے ہیں:

جسم میں آج مری جان گھٹی جاتی ہے
میرے ارمانوں کی اقلیم لٹی جاتی ہے

مولانا ابتداء میں ضیاء تخلص فرماتے تھے اور بعد میں احسن بھی بطور تخلص استعمال کیا کرتے تھے۔

مولانا گیلانی کی تصنیفات

النبی الخاتم ﷺ

مولانا گیلانی کی تصنیفات میں ایک کتاب "النبی الخاتم" بھی ہے جو سیرت نبوی پر آپ نے لکھی۔ پڑھنے والا جب پڑھتا ہے تو اس پر جذبہ و مستی کا ایک عالم چھا جاتا ہے۔ اس جیسی نذر موثر دلآویز اور جامع سیرت شاید دوسری نہیں ہے۔ اختصار نویسی میں اپنی مثال آپ ہے۔ مگر اسی کے ساتھ اثر اندازی میں بھی بے مثال سیرت کا کوئی گوشہ مولانا نے چھوڑا نہیں۔

مقالات احسانی

یہ مولانا مرحوم کے چھ مقالات کا مجموعہ ہے۔ یہ مقالات پہلے ہندوستان کے مختلف علمی رسالوں میں وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہے ہیں بعد میں مولانا کے تلمیذ رشید غلام محمد کی توجہ سے کتابی شکل میں ان کا مجموعہ مقالاتِ احسانی کے نام سے سامنے آیا ہے۔ ان تمام مقالات میں تصوف کے مختلف پہلوؤں پر مولانا نے روشنی ڈالی ہے اور عمیق النظر عالم دین اور رمز شناس تصوف کی حیثیت سے بحث کی ہے۔

تدوین قرآن، تدوین فقہ، تدوین حدیث

مولانا گیلانیؒ کی زندگی سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے شیفتگی اور تعلق غایت درجہ کا تھا۔

اسلام اور اسلامی تعلیمات پر جان و دل سے نثار تھے اور یہ خاندانی تعلیم و تربیت اور اساتذہ کرام کی خصوصی توجہات کا نتیجہ تھا۔ مولانا کو رب العالمین سے جو دل ملا تھا اس میں سوز و گداز، غیرت و حمیت اور تعلق مع اللہ پیوست ہو گیا تھا۔

دینی درس گاہوں سے نکل کر جب جدید تعلیم گاہ میں کام کرنے کا موقع ملا اور جدید تعلیم یافتہ لوگوں سے ملے تو دین اور دینی احکام و مسائل میں اور بھی پختگی آتی چلی گئی۔ پھر آپ ہی کے دور میں

عبداللہ چکڑالوی اہل قرآن کا پیدا کردہ گروہ سامنے آگیا تھا جو اپنے آپ کو اہل قرآن کہتا تھا اور حدیثِ رسول ﷺ کی حجیت کا منکر ہے۔ اس فرقہ کی کتابوں نے آپ کو جھنجھوڑ دیا اور آپ نے محسوس کیا کہ گمراہوں کا یہ گروہ اپنا فتنہ جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں میں پھیلانے کی سعی کرے گا اس لیے آپ کی سب سے زیادہ توجہ قرآن، حدیث اور فقہ پر رہی۔ آپ نے سعی کی کہ ایسی چیزیں مرتب کر دی جائیں جو آئندہ نسل کے کام آئیں اور ان راہوں پر آہنی دیوار کھنچ جائے، جن راہوں سے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی سعی ہو سکتی ہے۔ چنانچہ تدوین قرآن، تدوین حدیث اور تدوین فقہ پر آپ بہت عمدہ کام کر گئے اور انہی ناموں سے کتاب بھی لکھ گئے۔

ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم وتربیت

یہ کتاب دو ضخیم حصوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ اس کتاب کا مقصد کیا ہے۔ خود مولانا کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں۔ وہ لکھتے ہیں :

"ان کا خلاصہ صرف یہ ہے کہ مسلمانوں میں تعلیم کے جو دو مستقل نظام حکومت جاری ہو گئے ہیں ان کی دوئی اور دورنگی کو مٹا کر صرف ایک ہی نظام کو قبول کر لیا جائے۔ اس لیے اپنی تعلیمی تجویز کا نام میں نے نظریہ وحدت نظام تعلیم رکھا ہے"۔

تذکرہ حضرت شاہ ولی اللہؒ

مولانا گیلانی نے یہ مقالہ الفرقان کے شاہ ولی اللہؒ نمبر کے لیے لکھا تھا جو بعد میں کتابی صورت میں مرتب ہو کر شائع ہوا۔

امام ابو حنیفہ کی سیاسی زندگی

مولانا گیلانی کی تصنیفات میں یہ کتاب بھی ایک اہم تصنیف ہے۔ اور کہنا چاہیے اپنے موضوع کی پہلی کتاب ہے۔ اس کتاب میں امام صاحب کے زمانہ کے سیاسی حالات اور نشیب وفراز پر اس وقت کی روشنی میں بڑی دلچسپ بحث کی گئی ہے۔

سوانح قاسمی (اول، دوم، سوم)

مولانا گیلانی کی علمی زندگی رسالہ القاسم دیوبند کی ترتیب سے شروع ہوئی تھی۔ عجیب اتفاق ہے کہ زندگی کی آخری منزل سوانح قاسمی ثابت ہوئی۔ یہیں پہنچ کر قافلہ حیات لٹ گیا۔

تذکرہ ابوذر غفاریؓ

حضرت ابو ذر غفاریؓ کے متعلق تمام معلومات اس کتاب میں مولانا نے جمع کر دی ہیں۔ قاری اس کتاب کے مطالعہ کے بعد تشفی اور اطمینان محسوس کرتا ہے۔

اسلامی معاشیات

مولانا گیلانی نے دوران ملازمت پی ایچ ڈی کے مقابلہ کے لیے نگرانی کے فرائض ادا کرتے ہوئے مذکورہ کتاب کو لکھا۔ اس میں اسلامی معیشت پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

ہزار سال پہلے

جزیرہ نمائے پاک و ہند اسلامی ممالک اور چین کے تہذیبی و تمدنی حالات کا مجموعہ جو چوتھی اور پانچویں صدی کے سیاحوں نے مشاہدہ کیے اور اپنے سفرناموں اور تالیفات میں ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیے۔

مسلمانوں میں فرقہ بندیوں کا افسانہ

مولانا مسلمانوں میں اتحاد اور یگانگت دیکھنے کے خواہاں تھے۔ اس کتاب میں مولانا نے فروعی اختلافات کے افسانہ کو بڑے دلکش انداز میں بیان کیا کہ جس سے فرقہ بندی کے خاتمہ میں مدد مل سکتی ہے۔

احاطہ دارالعلوم میں بیتے ہوئے دن

دارالعلوم دیوبند میں مولانا نے جو ایک سال کا عرصہ گزارا اس کے احوال اس میں درج ہیں۔ واضح رہے کہ یہ ان کی کوئی باقاعدہ تصنیف نہیں ہے بلکہ ان کے مختلف مضامین کا مجموعہ ہے جو وقتاً فوقتاً مختلف رسائل و جرائد میں شائع ہوتے رہے تھے۔

تذکیر بسورۃ کہف

سورۃ الکہف کی تفسیر ہے جو انفرادیت اور اثریت کا رنگ لیے ہوئے ہے۔

• • • • • • • • • • • • • • • • • • •

مآخذ

۱۔ حیات گیلانی — مولانا مفتی محمد ظہیر الدین مفتاحی

۲۔ پرانے چراغ — مولانا ابوالحسن علی ندوی

۳۔ احاطہ دار العلوم میں بیتے ہوئے دن — مولانا مناظر احسن گیلانی

۴۔ پاک و ہند میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت — مولانا مناظر احسن گیلانی

عَـن اَنَـس رَضِـى الـلّٰه عَنهُ اَنَّ رَسُولَ اللّٰه مَرَّ عَلىٰ شَـجَرَةٍ يَابِسَةِ الوَرقِ فَضَربَها بِعَصَاه فَتَنَاثَر الوَرق فَـقَـال: انَّ الـحَـمدُ لِلّٰه وَ سُبحَانَ اللّٰه وَلَااِلٰه اِلَّا اللّٰه وَالـلّٰـه اكبَـر تَسـاقَط ذُنُوب العَبد كَمَا يَتَساقَطُ وَرَقُ هٰذِهِ الشَّجَرَة۔ (جامع ترمذی، کتاب الدعوات)

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک ایسے درخت کے پاس سے گذرے جس کے پتے سوکھ چکے تھے۔آپ نے اس پر اپنا عصا مبارک مارا تو اس کے سوکھے پتے جھڑ پڑے۔ پھر آپ نے فرمایا: الحمد للہ، سبحان اللہ لا الہ اللہ واللہ اکبر کے کلمات بندے کے گناہوں کو اس طرح جھاڑ دیتے ہیں جس طرح تم نے اس درخت کے پتے جھڑتے دیکھے۔

اسلام کو ظاہری تدابیر کی ضرورت نہیں۔ اس کی قوت خود بہت کامل ہے، کسی کے دھوکہ کی اس کو پرواہ نہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام اپنے ذاتی انوار و برکات کی وجہ سے پھیلا ہے۔ اس کی ادائیں ہی ایسی دلکش ہیں کہ قلوب کو کھینچ لیتی ہیں۔ اس کے محاسن کو دیکھ کر لوگ خود بخود مسلمان ہوتے رہے، کسی نے زور زبردستی نہیں۔ پس ثابت ہوگیا کہ اسلام بزورِ شمشیر نہیں پھیلا بلکہ اپنے حسن و خوبی سے پھیلا ہے۔ اور وہ اب بھی علیٰ حالہٖ باقی ہے۔

(حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ)